حضرت مفتی محمد سہول عثمانیؒ — صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سوانحی خاکہ

(۲/۲)

از: مولانا رفیق احمد بالاکوٹی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

فقہی مسلک:

دوسری صدی ہجری میں دین حنیف کی تابعداری کی سب سے بڑی مثال ہونے کی بنا پر ''ابوحنیفہ'' کہلانے والی ہستی کے ساتھ اتباع شریعت کے حنفی منہج کے پیروکار ہونے کی حیثیت سے حضرت مفتی محمد سہول عثمانی قدس سرہ اپنے تعارف میں حنفی کی نسبت بھی لگاتے تھے، علمائے دیوبند سے متعلق اہل بدعت کی افترا پردازیوں سے جان خلاصی اور سلف بیزار غیرمقلدین کے بے جا تعصب سے طبعی وفطری بیزاری کی بنیاد پر تکوینی امر کے تحت آپ کا مسلکی مزاج اور دینی رُخ علمائے دیوبند کی طرف جو مُڑا، اس کی بنا پر آپ ''حنیف'' اور آپ کا مزاج و رُخ ''حنفی'' شناخت کا بہترین مظہر ٹھہرا۔

حنفی مدارس میں تدریس:

چنانچہ آپ کی زندگی کے مشاغل میں فقہ حنفی اور احادیث نبویہ کی تدریس نمایاں رہی، آپ نے فراغت کے فوراً بعد سے علوم دینیہ کی تدریس وتعلیم کا مشغلہ اپنایا اور سرزمین ہند کے مختلف نامور تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تدریسی مناصب پر فائز رہے، ان اداروں میں ''مدرسہ عین العلم شاہجہاں پور'' سرفہرست ہے، جہاں فراغت کے پہلے ہی سال حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے حکماً آپ کو صدر المدرسین کے عہدے پر مقرر فرمایا تھا، تقریباً آٹھ ماہ وہاں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، اسی دوران نو سالوں سے بچھڑے ہوئے محمد سہول کی تلاش میں آپ کے بھائی مولوی محمد رسول اچانک وہاں پہنچ گئے، اور واپس بھاگل پور لے گئے، شاہجہان پور میں تدریس، بھائی کی

ملاقات اور وطن روانگی کا تذکرہ حضرت کے الفاظ میں:

’’جب کل درسیات سے فارغ ہوگیا تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے حکماً مدرسہ عین العلم واقع شاہجہان پور میں صدر المدرسین مقرر کر کے بھیج دیا، چونکہ اس کے قبل میں نے کسی مدرسہ میں مدرسی نہیں کی؛ اس لیے اول ہی مرتبہ صدر المدرسی پر جانا مجھ کو بہت گراں معلوم ہوتا تھا اور میں انکار کرتا تھا؛ مگر حضرت ممدوح نے نہایت محبت سے مجھ کو فرمایا کہ ’’تم جاؤ تمہاری عزت وآبرو ہمارے ذمہ ہے‘‘، الغرض میں وہاں گیا اور نہایت حسن خوبی کے ساتھ کل کام ادا ہوتا رہا اس وقت سے اب تک بحمداللہ جہاں جہاں میں نے مدرسی کی نیک نام ہی رہا، اور برابر اب تک سلسلہ مدرسی کا قائم رہا، جب تک تقریباً آٹھ ماہ شاہ جہانپور میں مدرسی کر چکا تو ایک دن بلا اطلاع شب کے وقت جناب بھائی مولوی محمد رسول صاحب مدظلہ یکایک ہمارے پاس پہنچے، تقریباً نو سال کے بعد بلا وہم وگمان ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو نہیں پہچانا، مگر تھوڑی دیر کے بعد پہچان لیا، اور دونوں بھائی لپٹ کر خوب دل کھول کر روئے، الغرض بھائی صاحب ممدوح مجھ کو لے کر بھاگلپور روانہ ہوئے، اور راستہ میں کانپور حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمہ اللہ کی قدم بوسی کرتا ہوا اور ان دونوں حضرات سے سند لیتا ہوا بھاگلپور پہنچا‘‘۔ (تعلیم الانساب، ص:۱۶)

الغرض مدرسہ عین العلم شاہجہان پور سے علیحدگی کے بعد اپنے وطن بھاگل پور پہنچے اپنے اعزا واقارب سے ملے، خاندان کے سرپرستوں نے شادی خانہ آبادی کی ترتیب بھی بنائی، ساتھ ساتھ اصل مشغلۂ تدریس کے لیے آپ کی خدمات بھاگل پور کے ایک مدرسہ، بنام مدرسہ اصلاح المؤمنین محلّہ چمپانگر کا مقدر بنیں، پھر کچھ ہی عرصہ میں اپنے شیخ کی گرویدگی دوبارہ آپ کو اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی آغوش میں لے گئی اور تقریباً سات یا آٹھ برس (۱۳۲۴ھ تا ۱۳۳۱ھ) تک دارالعلوم دیوبند میں تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، چنانچہ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’الغرض مدرسہ عین العلم شاہجہان پور، مدرسہ اصلاح المؤمنین چمپانگر بھاگل پور مدرسہ دارالہدیٰ محلّہ تاتار پور بھاگل پور میں چندسال مدرسی کر کے ۱۳۲۳ھ میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس عربی مقرر ہوا، تقریباً سات یا آٹھ برس تک نہایت خوش نامی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند میں (وقت) گزارا‘‘۔ (تعلیم الانساب ص:۱۷، ۱۸)

دارالعلوم کے عرصہ تدریس عربی میں آپ کے تلامذہ میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی

صاحبؒ جیسے لوگ بھی شامل ہیں۔(تاریخ دارالعلوم دیوبند،ص:۶۸)

دارالعلوم دیوبند سے علیحدگی اور دیگر مدارس عالیہ میں درس وتدریس کی تفصیل درج فرماتے ہیں:

''دارالعلوم دیوبند کی مدرسی کے بعد مدرسہ عزیزیہ وقف اسٹیٹ بی بی صغریٰ مرحومہ، بہار ضلع پٹنہ میں ایک سال مدرس اول رہ کر چند ماہ کے لیے دیوبند بعہدۂ مدرسی درس ہوا، وہاں سے مدرسہ عالیہ کلکتہ اور وہاں سے مدرسہ عالیہ سلہٹ میں مدرس ہوکر گیا، سلہٹ سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا پرنسپل (مدیر) مقرر ہوکر ۳۱/مارچ ۲۰ء کو مدرسہ کا کام اپنے علاقہ لیا، یہاں سولہ سال پرنسپل رہ کر ایک سوسات روپیہ بارہ آنہ پنشن پاکر تقریباً دوسال پٹنہ میں محبی ومخلصی جناب حاجی مولوی سید عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کو مسلم شریف وغیرہ پڑھاتا رہا،مولوی صاحب موصوف پٹنہ کے بہت مشہور وکیل اور بڑے دیندار تھے،اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم کی جگہ پر مقرر ہوکر گیا، اور تقریباً دوسال وہاں رہ کر حسب طلب واصرار گورنمنٹ آسام مدرسہ عالیہ سلہٹ کا شیخ الحدیث مقرر ہوا، اور ڈھائی سوروپیہ ماہوار گورنمنٹ آسام نے تنخواہ مقرر کیا، یہاں تقریباً سات سال فقط حدیث کی تعلیم دیتا رہا، پھر اپنی ضعیفی اور کبرسنی کی وجہ سے ترک ملازمت کردیا۔اور اپنے وطن قصبہ پورینی ضلع بھاگل پور میں مستقل قیام کیا، الحمدللہ کہ ۱۳۶۴ھ تک چھالیس سال مسلسل یوپی، بہار، بنگال، آسام کے بڑے بڑے مدارس میں علوم عربیہ کے کل علوم وفنون کی بڑی بڑی کتابیں پڑھاتا رہا۔'' (تعلیم الانساب،ص:۱۹)

حضرت گنگوہیؒ سے تعلق:

انسانیت کے لیے رشد وہدایت کا سامان دین اسلام ہے،دین اسلام کی تعبیرِ وسط کا نام فقہ حنفی اور فقہ حنفی پر معقولیت اور اعتدال کے ساتھ عمل کرنے کا نام یوبندیت ہے اور دیوبندیت میں فقہی مدار و معیار کا نام رشید احمد گنگوہی ہے۔

حضرت مفتی محمد سہول عثمانی صاحب قدس سرہ کو جس طرح حضرت شیخ الہندؒ سے علم حدیث کا خاص کمال اور فکر حریت کا امتیازی جذبہ حاصل تھا،اسی طرح اصلاح ، ارشاد، استفادہ اور افتاء میں حضرت قدس سرہٗ کو فقیہ زمان قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ سے خاص توجہ اور رہنمائی رہبری حاصل تھی؛ اس لیے وہ اپنے آپ کو فقہ حنفی کے مطابق افتاء میں فکر رشید، طرز رشید اور تحقیق رشید کا پابند سمجھتے تھے اور اس منہج کو فقہی اساس سمجھتے تھے؛ اس لیے اپنے مسلکی ومنہجی تعارف کے واسطے اپنے نام کے ساتھ ''الرشیدی'' بھی رقم فرماتے تھے، ''تذکرۃ الرشید'' میں، ج:۲ص:۴۷، ۱۴۱، ۲۲۷،

۲۲۸، ۳۰۲، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق، استفادہ، استفاضہ کا تذکرہ خوب خوب ملتا ہے اور حضرت گنگوہی کے کئی احوال آپ کے زبانی یا تحریری حوالوں سے منقول ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت گنگوہیؒ کے احوال بھی تحریر فرمائے ہیں۔

منصبِ افتاء:

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت پر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی فقاہت کا عکس ونقش بھانپتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد نے آپ کو دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے لیے منتخب ومقرر کردیا تھا، آپ نے چوتھے صدر مفتی کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۷ھ فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی، اس دوران تقریباً ۱۵۱۸۵ فتاویٰ جاری ہوئے، حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ تاریخ دارالعلوم دیوبند میں تحریر فرماتے ہیں:

''۱۳۵۵ھ میں حضرت مولانا محمد سہول عثمانیؒ مفتی مقرر فرمائے گئے، آپ ۱۳۵۷ھ تک مفتی رہے آپ کے دور میں ۱۵۱۸۵ فتاویٰ دارالعلوم سے روانہ کیے گئے۔'' (تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص: ۱۰۰۔ مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند از سید محبوب رضوی ۲/۲۵۶، ط: میر محمد)

دارالافتاءِ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدے پر تقرر آپ کے فقہی مقام کی سب سے بڑی سند ہے، اس دوران جو فتاویٰ آپ کے قلمِ حق رقم سے صادر ہوئے وہ بلاشبہ سند کا درجہ رکھتے ہیں، آپ کے فتاویٰ کا مکمل ریکارڈ تو دارالافتاءِ دیوبند میں یقیناً موجود ہوگا، آپ کے خاندان کے ذرائع سے چند سیکڑہ فتاویٰ ہمیں دستیاب ہوئے ہیں، جن کی تفصیل اوران فتاویٰ پر طالب علمانہ تبصرہ بھی اس مجموعہ کے ساتھ تحریر کردیا گیا ہے، یہ مجموعہ منفرد تحقیقی فتاویٰ پر مشتمل ہے، آپ کے قیمتی اور مثالی فتاویٰ میں سے ایک لاجواب تحقیقی فتویٰ۔ ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' کے نام سے اپنے موضوع پر سند وثقاہت کی اعلیٰ مثال ہے، اس فتویٰ میں آپ نے دجال الہند مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی واہیات کو ایسے ٹھوس دلائل وبراہین سے کفر ثابت فرمایا ہے کہ یہ فتویٰ قادیانیوں کے بارے میں اپنے پیشرو فتاویٰ کے لیے مہر وتصدیق اور اپنے معاصرین کے لیے اعتماد وکفایت اور بعد میں آنے والوں کے لیے حتمی وقطعی فیصلہ کا درجہ رکھتا ہے، اس فتویٰ کے آخری الفاظ مرزائی جماعت کے نام کی تعیین کے بارے میں یوں رقم ہیں:

''مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ قصبہ قادیان ضلع گورداسپور کا باشندہ تھا؛ اس لیے اس کے معتقدین کو قادیانی کہا جاتا ہے، وہ لوگ اپنی جماعت کو احمدیہ جماعت کہتے ہیں؛ مگر اہلِ اسلام مرزائی وقادیانی کہتے ہیں، اگر اہل سنت والجماعت فرقہ غلامیہ کہیں تو مناسب ہوگا، اگر ان لوگوں

کو جماعت شیطانیہ ابلیسیہ کہا جائے تو شرعا درست ہے‘‘۔ محمد المدعو بالسہول

مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۱؍صفر۱۳۳۱ھ روز سہ شنبہ

اس فتویٰ پر آپ کے شیخ، شیخ العالم والہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت تھانوی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ اور دیگر اساطین علم کی تصدیق و تائید ثبت ہے، یہ فتویٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شائع کردہ ’’فتاویٰ ختم نبوت‘‘ کی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۲۹ میں شامل ہے۔

افتاء کے میدان سے وابستگی کے دوران کئی کبار اہل علم نے آپ سے فتاویٰ کی تمرین کی، جن میں دارالعلوم کے سابق مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن نوراللہ مرقدہٗ کا نام گرامی بھی شامل ہے، حضرت مفتی عثمانی صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم کی تدریس وافتاء سے علیحدہ ہونے کے بعد، مدرسہ عزیزیہ بہارشریف، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مدرسہ عالیہ سلہٹ صدر مدرس اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے اور مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ میں بحیثیت پرنسپل ۴۶ برس تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کا مشغلہ بھی بدستور قائم رہا، اس دوران جو قیمتی، فقہی تحقیقات اور وقیع علمی فتاویٰ کے کچھ نمونے ہمیں دستیاب ہوئے، وہ آپ کے مرتب کردہ مسودہ ’’محمود الفتاویٰ المعروف بالفتاویٰ السہولیۃ‘‘ میں موجود ہیں، جو الحمدللہ اب اہل علم کے استفادے کے لیے منظرعام پر آرہے ہیں۔

آپ کے ایک عقیدت کیش بزرگ عزیز نے آپ کے شیخ، حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں منظوم تاثرات لکھے ہیں، اس کے آپ بھی مصداق ہیں، چار بند آپ کے فقہی مقام کی صحیح ترجمانی کررہے ہیں۔

ہیں یہ بے شبہ عالم باعمل یہ کہنا میرا ہے نہیں بے عمل
کہ اس مانند ان کے کہیں میری رائے میں کوئی ہرگز نہیں
اس اقلیم میں جو ہے ہندوستان ہیں اڈورڈ ہفتم جہاں حکمراں
فقیہوں کے سردار و پیشوا مجدد کے ہونے میں ہے شبہ کیا

(ارمغانِ سخی، مولوی فقیر حسن ۱۳۲۱ھ)

خود حضرت عثمانی کے بارے میں ارمغان میں ہے:

وہ زاہد ہیں عالم باعمل بہت لوگ کم ہیں ایسے آج کل

نہیں درس کی ان سے چھوٹی کتاب — حقیقت میں ہیں فاضل لاجواب
مسائل کو تحقیق سے حل کیا — کمال اس میں ان کو بہت کچھ ہوا
یہ ارث ہے ان کو خاندان کا ملا — یقیناً رہے گا جس میں فاضل صدا
نہیں ایسا کوئی بھی دیکھا گیا — جو بے علم اس خاندان میں رہا
اثر ہوتا ہے خاندان کا ضرور — پدر کا پہنچتا ہے ورثہ ضرور

تصوف میں چشتی:

حضرت مفتی محمد سہول عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح ظاہری علوم وفنون کے اعلیٰ مدارج کے لیے اپنے زمانے کے ائمہ فن کا انتخاب فرمایا تھا، اسی طرح روحانی و باطنی علوم کے حاصل کرنے کے لیے بھی ایسی ہستیوں کے دامن سے وابستہ ہوئے جن کی روحانی پرواز ہر وقت تجلیات ربانیہ کے سایہ میں رہتی تھی اور امام ربانی ان کا لقب تھا تذکرۃ الرشید میں خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے منقول ہے:

''مولوی محمد سہول صاحب صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت (مولانا رشید احمد گنگوہی) کے وصال کے بعد مجھے سید طاہر صاحب رئیس مولانگر ضلع مونگیر سے ملنے کا تفاق ہوا، حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا تذکرہ کیا گیا، سید صاحب چشم نم ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کے ایک دن میں اپنے مرشد حضرت مولانا فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا بزرگوں کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی حالت دریافت کی، مجھے خوب یاد ہے حضرت مولانا نے یہ الفاظ فرمائے کہ ''مولانا رشید صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو؟ وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہ لیا!'' حضرت کی زبان مبارک سے جس وقت میں نے یہ ارشاد سنا، اسی وقت سے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے واقف ہوں اور بڑا بزرگ سمجھتا ہوں۔''

''مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یوں فرمایا کرتے تھے! میں مفہومِ ولی کا قائل ہوں، مگر مصداق ابھی تک نہیں پایا زمانہ ماضیہ میں ولی کے مصداق بکثرت پائے جاتے تھے، مگر فی زمانا بجز، حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کے ولی کا کوئی فرد نہیں گزرا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول غلبہ حال تھا یا کوئی بہت اونچا مضمون ذہن میں جما ہوا تھا جس کو ولی میں دیکھنا چاہتے تھے، یا ممکن ہے کہ جو بات حضرت امام ربانی قدس سرہٗ میں دیکھی وہ دوسری جگہ نہ پانے کے سبب انتفاء فرمایا، ورنہ عالم خالی نہیں ہر زمانہ اور ہر جگہ حق تعالیٰ نے اپنے مقبولین کو پھیلا رکھا ہے یہ اور بات

ہے کہ مناصب جدا جدا اور مراتب علیحدہ علیحدہ ہیں۔‘‘ (تذکرۃ الرشید ۲/۳۲۱)

یہی امام ربانی جن کے مرتبہ اور مقام کی نشاندہی وقت کے اہل اللہ اور اصحاب کشف بزرگوں نے فرمارکھی تھی، حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ربانی کے متعلق ایک اتہام کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جو جواب دیا وہ حضرت امام ربانی کے روحانی مقام کا عکاس اور آپ کی تحریر میں تصویبِ الٰہی کا غماز ہے، تذکرۃ الرشید میں ہے:

’’جس زمانے میں مسئلہ امکانِ کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا، سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا ذکر کیا اور کہا کہ امکانِ کذب باری کے قائل ہیں، یہ سن کر سائیں توکل شاہ نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے ’’لوگو! تم کیا کہتے ہو میں مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا دیکھتا ہوں‘‘۔ (تذکرۃ الرشید ۲/۳۲۲)

تذکرہ کے اسی صفحہ پر مدینہ منورہ کے ایک ولایتی (کابلی) بزرگ کی روایت منقول ہے کہ یکتائے عصر بزرگ آپ کی صحبت و بیعت کو متلاشیانِ کمال کی آخری امنگ قرار دیا کرتے تھے:

’’وہ (ولایتی بزرگ) فرمانے لگے میں مدت تک بغداد، بصرہ، عراق وشام اور دیگر بلاد اسلامیہ میں سیاحت کرتا اور اہل اللہ کا متلاشی رہا ہوں، پھرتا پھرتا جب شہر حلب میں پہنچا تو ایک شیخ کامل یکتائے عصر، متبع سنت، علامہ زمن مولانا حسام الدین قادری نقشبندی کی زیارت نصیب ہوئی اور میں ان سے بیعت ہوگیا، ڈھائی سال انھوں نے مجھ کو اپنی خدمت میں رکھا اور مجاہدے کرائے اس سال یوں ارشاد فرمایا ہے کہ تم ہندوستان جاؤ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث کے ہاتھ پر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوکر آؤ، اگر مولانا قیام کو فرمائیں تو وہاں ٹھہر جانا اور فیوض حاصل کرنا؛ مگر جانے میں عجلت کرو کہ حضرت کا وصال جلد ہونے والا ہے‘‘۔ (تذکرۃ الرشید ۲/۳۲۲)

ان روایات سے حضرت امامِ ربانی کے رتبہ مشیخت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے مقام ومرتبہ کی مزید معرفت کے لیے ’’الإعلام بمن فی تاریخ الهند من الأعلام‘‘ (ملاحظہ ہو، القرن الرابع، بحرف الراء)۔

حضرت مفتی محمد سہول عثمانی قدس سرہٗ علمی مراتب کی طرح روحانی منازل میں رتبۂ کمال کی طلب صادق رکھتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ جیسا شیخ عطا فرمایا، جو ’’والّذین جاهدو فینا لنهدینهم سبلنا‘‘ کا بہترین مصداق ومظہر ہے، ارباب سلوک

خوب آگاہی رکھتے ہیں کہ شیخ کے انتخاب میں تأمل چاہیے بیعت کے لیے قلبی میلان چاہیے اور استفادہ کے لیے بے حجابی بے تکلفی بھی ضروری ہے، حضرت مفتی محمد سہول عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ حضرت امام ربانی سے کیسی بے تکلف مناسبت تھی اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے:

''مولوی محمد سہول ایک بار کسی مسئلہ پر حجت کرنے لگے، اعتراض پہ اعتراض اور شبہ پر شبہ، جب تقریر طویل ہوئی تو (حضرت گنگوہی) نے فرمایا تمہارا نام سہول کس نے رکھا ہے؟ تم میں سہولت بالکل بھی نہیں تمہارا نام ہونا چاہیے سؤول، کہ سوال بہت کرتے ہو'' ۔ (تذکرۃ الرشید ۲/۴۷)

چنانچہ امام ربانی قطب زمانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے یہ بے تکلف مرید بے حجابا بے محابا استفادہ کرکے آپ کی روحانی نسبت چشتیہ صابریہ کے حامل ہوئے، نیز چشتی کی معزز نسبت بھی آپ کی نسبتوں میں اضافہ کا ذریعہ بنی اور آپ ''چشتی'' بھی کہلائے۔ ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء.

مگر یہ حقیقت ، زیادہ تر اخفار کے دبیز پردوں میں چھپی رہی، حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت کے مختلف گوشوں سے بدیر بعد از تلاش بسیار آگاہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ اکابر دیوبند کی روایات کے عین مطابق خودنمائی سے حد تک دور تھے، بل کہ اخفا کا غلبہ حد درجے کا تھا۔ اور یہی تصوف کی حقیقی روح بھی ہے کہ انسان فنائیت کے سبق پڑھ کر ہی واصل بالباقی ہوتا ہے۔ اس کا ایک مظہر آئندہ اقتباس بھی ہے، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ سے مجاز صحبت و بیعت وخلافت ہونے کے باوجود ہمیشہ اخفا کے پردوں میں چھپا رہنا آپ کو پسند تھا؛ چنانچہ تصوف کے موضوع پر آپ کے تحریر کردہ کتابچہ ''حقیقۃ الوصول المعروف بہ روح التصوف'' کے ضمیمے میں آپ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمود احمدؒ لکھتے ہیں:

''حضرت کا مشغلہ زیادہ تر درس وتدریس اور فتوی نویسی کا تھا، کتب بینی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، بعض اوقات وقت کے مناسب خدام کے تقاضے پر آپ جلسے میں شرکت فرما کر وعظ ونصیحت فرمایا کرتے۔ آپ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے، شوال ۱۳۲۳ھ میں جب حضرت گنگوہیؒ نے مولانا سہول عثمانیؒ کو رخصت فرمایا تو اپنا ملبوس پیراہن اور ایک عمامہ آپ کو عطا فرما کر آپ کو نعمت خلافت سے نوازا اور یہ فرمایا کہ جب کوئی اللہ کا نام لینا چاہے تو اس کو بتا دینا۔ خود حضرت گنگوہیؒ نے بھی آپ کی بستی کے اطراف میں اپنے بعض مرید کو تحریر فرمایا کہ وہاں تم سے قریب ہی مولانا محمد سہول صاحب ہیں، ان سے تم مل کر جو دریافت کرنا ہو دریافت کرلیا کرو۔

باایں ہمہ حضرت مولانا محمد سہول صاحب نے اس کو اس قدر مخفی رکھا کہ جب تذکرۃ الرشید دیوبند میں لکھا جارہا تھا، اس وقت حضرت والد مولانا محمد سہولؒ دیوبند میں مدرس تھے، مگر آپ نے اپنا نام مجازین میں ظاہر نہیں فرمایا۔ اور اپنے کو اپنے محبوب استاذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا اور ریاضت تفصیلی سے اپنے کو مزین فرمایا، آخر کار وہاں سے بھی نعمت خلافت سے مشرف ہوئے، جب آپ کا نام حیات شیخ الہند میں حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندیؒ نے شائع فرمایا تو لوگوں کو معلوم ہوا، مگر حضرت گنگوہیؒ قدس سرہ العزیز سے خلافت کا واقعہ تو شاید ہی کسی کو معلوم ہو۔

آپ ہمیشہ اپنے کو مخفی رکھتے اور بیعت کرنے سے اجتناب فرمایا کرتے، عوام میں تو جو طالب صادق معلوم ہوتا تو اس کو درخواست پر سلسلے میں داخل فرمالیا کرتے، مرید کرنے سے قبل پڑھے لکھے لوگوں کو استخارہ کراتے اور خاص کر علما اور امرا کو تو مرید اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ خوب اچھی طرح مطمئن نہ ہوجائیں، بعض اوقات یہ بھی ارشاد فرماتے کہ دیکھو خوب اچھی طرح سوچ لو، ایسا نہ ہو کہ پھر بعد میں تم کو پچھتانا پڑے، چنانچہ بعض کو صرف یہ کہہ کر واپس فرمادیتے کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں ہے، کہیں اور جگہ جاؤ، کسی کو تھانہ بھون اور کسی کو حضرت مدنیؒ کی خدمت میں جانے کا مشورہ دیتے۔

اسی طرح خلافت بھی آپ ہر کسی کو عطا نہیں فرماتے، جو حضرات بہت محنت کش ہوتے اور قوت یادداشت میں ملکہ راسخہ پیدا ہوجاتا اور نسبت باطن پیدا ہوجانے کے بعد، آپ غور وفکر فرماتے، حتی کہ جب بشارت غیبی پاتے تو پھر آپ منصب عطا فرماتے، آپ کے نزدیک اس منصب خلافت کے لیے عالم ہونا ضروری تھا۔

ایک موقعہ پر حضرت والا نے ایک صاحب کے استفسار پر بندے کے سامنے فرمایا کہ ہمارے تمام خلفا الہامی ہیں، پھر آپ تحریری خلافت نامہ عطا فرمانے کے ساتھ نصیحت بھی فرمایا کرتے، چنانچہ ایک صاحب کے خلافت نامہ میں جو تحریر فرمایا وہ یہ تھا:

”تم کو میں نے بارہا کہا ہے کہ اجازت یافتہ اگر دوسری چیزوں میں مشغول رہتا ہے تو اس کی صلاحیت جاتی رہتی ہے، اپنے معمولات میں برابر مشغول رہو اور اتباع سنت اور اجتناب عن البدعۃ والمعصیۃ میں پختگی حاصل کرو، نیا مولوی، نیا وکیل، نیا ڈاکٹر پریکٹس نہیں کرے گا تو وہ فقط نام کا مولوی، وکیل اور ڈاکٹر رہ جائے گا، کام کا نہیں ہوگا۔ تعلیم الدین کے آخر میں جو وصایا لکھے

ہیں، اس کو ہمیشہ دیکھا کرو اور اس پر عمل کرو۔''

وہ خوش قسمت افراد جن کو حضرت والا نے خلافت کی نعمت عظمی سے سرفراز فرمایا، ان کے نام نامی یہ ہیں:

۱- مولانا الحاج حافظ دیانت احمد صاحب موضع ڈھرپور پوسٹ پورینی ضلع بھاگلپور (بہار)

۲- مولانا الحاج قاری محمد ابراہیم صاحب احمد آبادی مقیم حال قاضی داڑہ چکلہ مسجد منگرول ضلع جونہ گڑھ۔

۳- مولانا الحاج قاری سید احمد صاحب موضع پڑیا پوسٹ نیمی ضلع مونگیر بہار (تاریخ اجازت ۳ شعبان ۱۳۵۸ھ)

۴- الحاج مولوی سید شاہ نجم الدین صاحب محلّہ دریاپور بانکی پور پٹنہ، بہار۔

۵- مولانا سید شاہ جمیل الحق صاحب مرحوم موضع سید پور ضلع سلہٹ مشرقی پاکستان (تاریخ اجازت یکم رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ)

۶- مولانا سید قاضی عبدالرؤف صاحب مرحوم ضلع سید پور سلہٹ (مشرقی پاکستان)

۷- مولانا سید محمد احمد صاحب مرحوم سید پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان)

۸- مولانا قاری سید حبیب الرحمٰن صاحب موضع سید پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان) (تاریخ اجازت ۲۴ شوال ۱۳۶۲ھ)

۹- مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم موضع سید پور ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان)

۱۰- مولانا عبدالحسیب صاحب موضع پانچگرام سبدرپور ضلع کچھار، آسام

۱۱- مولانا الحاج سید تفضّل حسین صاحب گورنمنٹ مدرسہ، سلہٹ (مشرقی پاکستان، تاریخ اجازت ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ)

(ضمیمہ ''حقیقۃ الوصول المعروف بہ روح التصوف'' مؤلفہ حضرت مفتی محمد سہول صاحبؒ از مولانا محمود احمد عثمانی بن حضرت مفتی محمد سہول عثمانیؒ ص: ۴۰ تا ۴۲ طبع اشرفیہ کتب خانہ سلہٹ)

حضرت مفتی عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت گنگوہیؒ سے استرشادی نسبت اور استفاضی تعلق کے کمال کی ترجمانی مولوی فقیر حسن مرحوم نے اپنے منظوم کلام میں یوں پیش فرمائی:؎

کمال مریدی سے فائز ہوئے　　نہ اس فخر سے بھی خالی رہے
ہوئی جن سے حاصل ہے بیعت انھیں　　جہاں میں وہ مشہور و معروف ہیں

شہہ کشور و زہد وتقویٰ ہیں وہ ہیں سب چشمۂ علم دریا ہیں وہ
ادب وتعظیم سے اے قلم بس اب کردے اس مثنوی میں رقم
تو اس گرامی عالی جناب کہ درگاہ حق میں وہ ہے مستجاب
وہ شاہ رشید احمد باصفا سر اولیاء سرور اتقیاء
جہالت کی ظلمت کے مہر منیر غریق ضلالت کے وہ دستگیر
وطن آپ کا حق نے جس کو کیا مقدس ہے قصبہ وہ گنگوہ کا

وفات، تدفین:

مؤرخہ ۲۷/رجب ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین کی جانب محوِ پرواز ہوئی اور پوریني کے خاندانی قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

فنوّر اللّٰہ مرقدہ، و برّداللّٰہ مضجعہ، ووسّع مدخلہٗ و جعل قبرہٗ روضۃً من ریاض الجنۃ.

❁ ❁ ❁

مصادر مراجع

(۱) تعلیم الانساب (خودنوشت) مولانا مفتی محمد سہول عثمانی رحمہ اللہ (مخطوطہ)
(۲) سفرنامہ اسیر مالٹا، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، دار الاشاعت کراچی۔
(۳) تاریخ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دارالاشاعت کراچی۔
(۴) مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، مولانا سید محبوب رضوی، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
(۵) دارالعلوم دیوبند نمبر، ماہنامہ الرشید ساہیوال، جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔
(۶) علماء ہند کا شاندار ماضی، مولانا سید محمد میاں، مکتبہ رشیدیہ اردو بازار کراچی۔
(۷) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی مرتبہ مفتی ظفیر الدین، دارلاشاعت کراچی۔
(۸) مشاہیر علماء، ڈاکٹر فیوض الرحمٰن، فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور۔
(۹) تذکرۃ الرشید (حیات حضرت گنگوہیؒ) مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ، ادارہ اسلامیات کراچی لاہور۔
(۱۰) بیس بڑے مسلمان، مولانا رشید احمد ارشد، مکتبہ رشیدیہ ساہیوال۔
(۱۱) فتاویٰ ختم نبوت، مرتبہ: مولانا سعید احمد جلال پوری، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی۔
(۱۲) دارالعلوم دیوبند، احیاء اسلام کی عظیم تحریک، مولانا اسیر اوردی، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور۔
(۱۳) الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد ابوعبداللہ البصریؒ، دار بیروت ودار صادر بیروت لبنان۔
(۱۴) سیر اعلام النبلاء للذہبیؒ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبیؒ تحقیق شیخ شعیب ارناؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ۔
(۱۵) الاعلام بمن فی تاریخ الهندمن الأعلام المعروف بـ نزهة الخواطر، مولانا عبدالحی الحسنی، دار ابن حزم بیروت، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔
(۱۶) مؤلفین فتاویٰ عالمگیری، مولانا مجیب اللہ ندوی، دیال سنگھ لائبریری لاہور۔